مجلس احرارِ اسلام......قافلۂ سخت جاناں

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

برصغیر کے سیاسی افق پر 29 دسمبر 1929 کو مجلس احرار اسلام ایک نئی سیاسی جماعت کے طور پر اُبھری۔ جس کے بانیوں میں وہ شخصیات نمایاں تھیں، جن کا شمار تحریک خلافت کی صفِ اوّل کی قیادت میں ہوتا تھا۔ جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، چودھری افضل حق، مظہر علی اظہر اور شیخ حسام الدین شامل ہیں۔ سیاسی سطح پر کانگریس اور مسلم لیگ اور جمعیت علماء ہند کی موجودگی میں مجلس احرار اسلام کا قیام انفرادیت کی انوکھی مثال تھی۔ مجلس احرارِ اسلام دیگر جماعتوں کے برعکس متوسط طبقہ کے رہنماؤں اور کارکنوں کی ترجمان تھی، جو پہلے دن ہی سے کسی مخصوص طبقے، گروہ یا فرقے کی بجائے ایک ایسا متحدہ پلیٹ فارم بن گئی۔ جس میں بلاتفریق مسلک ہر طبقہ کا نمائندہ رہنما موجود تھا، چونکہ مجلس احرار اسلام کے بنیادی مقاصد میں آزادیٔ وطن اور تحفظ ختم نبوت ایسے عظیم اہداف شامل تھے۔ اس لیے کسی بھی مکتبہ فکر کے لیے احرار میں شمولیت کے لیے بے پناہ کشش پائی جاتی تھی۔ احرار میں نہ صرف علماء کرام اور سیاست دان، بلکہ شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی بھی ایک معقول تعداد موجود تھی۔ جس سے احرار کی عوامیت اور مقبولیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

احرار نے 1931 میں پہلی ملک گیر تحریک کشمیری مسلمانوں کے حق میں چلائی۔ جو تحریک خلافت کے بعد سب سے بڑی تحریک ثابت ہوئی۔ جس میں پچاس ہزار احرار کارکن گرفتار ہوئے۔ اِس تحریک نے ہر طبقے کو متاثر کیا۔ علامہ اقبال نے تحریک کشمیر میں احرار کی تائید میں بیان جاری کیا۔ ممتاز شاعر اختر شیرانی اور ڈاکٹر دین محمد تاثیر جیسے مشاہیر نے منظومات اور نامور اشترا کی دانشور باری علیگ وغیرہ نے نثر کے ذریعے احرار میں شمولیت کی دعوت عام کی۔ جمعیت علماء ہند کے رہنماؤں میں سے مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا احمد سعید نے تحریک کشمیر میں احرار کا بھرپور ساتھ دیا۔ تحریک کشمیر کے بعد احرار کی مقبولیت آسمانوں کو چھونے لگی۔ ہندوستان کے ہر علاقے میں احرار کا طوطی بولنے لگا۔ احرار پسے ہوئے طبقات اور غریبوں کی حالت بدلنے کا عزم لے کر اُٹھے تھے۔ جب مشرقی پنجاب کے علاقہ کپورتھلہ میں حکمرانوں نے غریب عوام کا معاشی استحصال کیا تو سُرخ پوشانِ احرار اُن کی مدد کو آئے اور گرفتاریوں اور صعوبتوں کے سہنے کے بعد وہ بالآخر کامیاب ہوئے اور مقامی حکام کو غریب عوام کے مطالبات کے آگے جھکنا پڑا۔ مستقبل میں بھی معاشی ناہمواریوں کے خلاف احرار کی آواز ہمیشہ بلند ہوتی رہی۔ سامراج دشمنی اور غریب دوستی احرار کا نشانِ امتیاز رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ترقی پسند حلقوں کے ساتھ احرار کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے۔ قادیانیت، احرار کے نزدیک انگریز سامراج کا لگایا ہوا پودا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ برصغیر میں انگریز کے قدم مضبوط کرنے میں قادیانیوں کی جہاد دُشمنی اور ختم نبوت کے خلاف مورچہ زنی ہی بنیادی پتھر ہے۔ لہٰذا اُنھوں نے قادیانیوں کا سیاسی تعاقب کیا اور وہ مسلسل محنت سے یہ حقیقت عوام پر واضح کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ قادیانیت مذہب کے پردے میں ایک سیاسی تحریک ہے جو اُمت مسلمہ کو تفریق و تقسیم کرنے اور برطانوی اقتدار کو دَوام دینے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ 1934ء میں قادیانیوں کے مرکز قادیان میں مجلس احرار اسلام نے فاتحانہ قدم رکھا اور ''احرار ختم نبوت کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ جس میں ہندوستان کے تمام مسالک کے علماء، مشائخ اور قومی رہنماؤں نے شرکت کی۔ جب کہ ملک بھر سے کانفرنس میں شریک ہونے والوں کی تعداد 2 لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی۔ یہ کانفرنس تحریک ختم نبوت کا

پیش خیمہ ثابت ہوئی اور مسلسل جدوجہد کے بعد 1974ء قادیانیوں کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ مجلس احرار اسلام کی بپا کردہ تحریک ختم نبوت سے جدید تعلیم یافتہ حضرات پر قادیانیت کی اصلیت کھل گئی۔ اسی تحریک کے اثرات کے نتیجہ میں علامہ محمد اقبال نے بھی حکومت سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا اور اُن کے قلم سے مسلسل قادیانیوں کے خلاف نظم ونثر میں اظہار خیال ہوتا رہا۔

مجلس احرار اسلام کے قائدین بے غرضی اور بے لوثی میں اپنے مثال آپ تھے۔ جرأت و بے باکی اور حق گوئی میں وہ ضرب المثل تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اللہ نے انہیں خطابت کا بے نظیر ملکہ عطا کیا تھا۔ جس کی بدولت انہوں نے کروڑوں ہندوستانیوں کے دلوں سے انگریزی جبروت اور دہشت کا خوف دُور کیا۔ اُن کی زندگی ریل وجیل سے عبارت رہی، مگر وہ کلمۂ حق کہنے سے کبھی باز نہ آئے۔ جس پر اُنہیں شہرت کی بلندیاں ملیں۔ 1937ء آمدہ انتخابات میں احرار کو شکست دینے کی خاطر اگر 1935ء میں پنجاب کے انگریز گورنر ایمرسن کے ذریعے مسجد شہید گنج کا ملبہ مجلس احرار پر نہ گرایا جاتا تو پنجاب میں پہلی مرتبہ جاگیرداروں کی بجائے ایک متوسط طبقے کی نمائندہ حکومت کے قیام کی توقع کی جاسکتی تھی، مگر انگریز، قادیانی اور وَڈیروں کے گٹھ جوڑ نے احرار کی متوقع کامیابی کے راستے مسدود کر کے یونینسٹ حکومت کی راہ ہموار کر دی۔ اُس کے باوجود مجلس احرار کے سخت جانوں نے اپنے وجود اور استقامت کا لوہا منوایا اور وہ وقتی ناکامی کے باوجود آنے والے وقت میں پوری قوت کے ساتھ اپنے مقاصد میں کامیاب رہے۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو مجلس احرار اسلام نے اپنے قیام کے جو مقاصد متعین کیے تھے، وہ اُن میں کامیاب رہی۔ ہندوستان سے انگریز کا انخلا احرار کا مطمح نظر تھا، تحفظ ختم نبوت اُن کا منشور تھا۔ انگریز کو 1947ء میں ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ 1974ء ختم نبوت کا مسئلہ قومی اسمبلی کے ایوان تک پہنچایا اور قادیانیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں بھی کامیابی بالواسطہ طور پر احرار ہی کے حصہ میں آئی۔

پاکستان بنا تو مجلس احرار اسلام نے 1949 میں سیاست سے دستبرداری کا اعلان کیا اور سب سے بڑی اپوزیشن جماعت ہوتے ہوئے بھی اپنی سیاسی حیثیت کو ختم کر کے مسلم لیگ کے لیے میدان خالی کر دیا۔ بعدازاں مجلس احرار نے دینی معاملات پر یکسوئی کے ساتھ توجہ مرکوز رکھی لیکن سیاسی میدان میں نہ ہونے کے باوجود قومی امور اور عوامی مسائل پر اُس کی توانا آواز سنائی دیتی رہی۔ اگست 1961ء میں جماعت کے قائد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی رحلت کے بعد اُن کے جانشین وفرزند حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے احرار کا شیرازہ جمع کیا اور حکومت الٰہیہ کے نفاذ، تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے لیے احرار کو منظم اور متحرک کیا۔ بعدازاں فرزندانِ امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، مولانا سید عطاء المومن بخاری اور مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کی قیادت میں عہد بہ عہد مجلس احرار اسلام کا قافلہ رواں رہا ہے۔ اب ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی امارت میں مجلس احرار اسلام، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔ قائدین اگر تدبر وبصیرت کے ساتھ خلوص وایثار کی دولت سے بہرہ ور ہوں اور مقاصد ومنشور محض اللہ کی رضا اور مخلوق کی خدمت پر اُستوار کیے جائیں ہوتو جماعتیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجلس احرار اسلام عزم وہمت کا 87 برس کا طویل عرصہ طے کر کے اب بھی دین کی حاکمیت کے لیے سرگرم عمل ہے اور اَب 29 دسمبر کو اپنا 88 واں یوم تاسیس منا رہی ہے۔

متاعِ علم وحکمت لُٹ نہیں سکتی پیمبر ﷺ کی ابھی محفل میں پائندہ ترے احرار ہیں ساقی

☆......☆......☆